وعظ
فیض الحرم
یعنی
اللہ کے خاص بندوں کی پہچان

القول العزیز

جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا
تو بد مستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا
تو پھر یہ سمجھ زندگانی گنوائی

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

فیضُ الحرم

یعنی

اللہ کے خاص بندوں کی پہچان

از

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) ○ نفیر آباد۔ باغبانپورہ ○ لاہور

نام کتاب ———— **فیض الحرم**

وعظ ———— محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

مرتب ———— محمد افضال الرحمٰن

ناشر ———— انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)، نفیر آباد۔ باغبانپورہ۔ لاہور

ملنے کے پتے
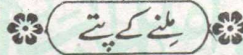
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور پوسٹ بکس 2074 پوسٹ کوڈ: 54000
بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائد اعظم۔ لاہور
○ فون: 042-6373310
○ فیکس: 042-6370371
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون: 6551774

نگران اشاعت: ڈاکٹر **عبد المقیم**
خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
رہائش 32 راجپوت بلاک نفیر آباد باغبانپورہ۔ لاہور
Mobile :0300-0321-0334-9489624
E-mail:dramuqueem@yahoo.com
فون: 042-6551774

فہرستِ مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ مرتب

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا۔ اما بعد!

مخدومنا و مرشدنا محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارُالحق صاحب دامت برکاتہم کی ذاتِ گرامی کو حق تعالیٰ نے اس دور میں بڑا بافیض بنایا ہے آپ سے استفادہ کرنے والوں میں وہ بھی ہیں جو سوالات کے ذریعہ اپنی تشنگی کو دور کرتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ حاضریٔ حرمین شریفین کے موقعہ پر ایک صاحب نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ کیسے بنے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ ظاہر ہے کہ فطری طور پر ہر انسان کے دل میں اللہ کی محبت ہے اب یہ الگ بات ہے کہ کسی نے تو اپنی غلطی سے اس صلاحیت کو برباد کرنے کی کوشش کی لیکن ہے ہر انسان کے دل میں محبتِ الٰہی کی چنگاری، ایسی صورت میں اس کی معرفت اور محبت کاملہ حاصل کرنے کی خواہش اور اس کا طریقہ معلوم کرنا یہ ایک فطری تقاضے کی تکمیل کے لئے مفید اقدام ہے۔

بالخصوص ایسے دور میں جبکہ پوری دُنیا مادیت کے پیچھے دوڑ رہی ہو اور روحانی اقدار سے بے تعلق ہو رہی ہو ایسے موقعہ پر یہ جذبہ اور اس کے لئے طلب قابلِ قدر ہے، چنانچہ زیرِ نظر کتاب اسی سوال کے شافی جواب میں حضرت والا مدظلہ کا ایک وعظ ہے، ہم اس کو مرتب کرکے حضرت والا مدظلہ کی نظرِ ثانی و اجازت سے پیش کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ اس کو قبول فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو آپ کے فیوض سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسّلام

محمد افضال الرحمٰن

اشرف المدارس ہردوئی

۶، شعبانُ المعظم ۱۴۱۲ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔ اَمَّا بَعْدُ !

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝[1]

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں

---

[1] پ ۱۹ ع ۴

اور جب ان سے جہالت والے بات کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں، اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دُور رکھیئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ بے شک وہ جہنم بُرا ٹھکانہ ہے اور بُرا مقام ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ اللہ کا خاص بندہ کیسے بنے؟ اس کا کیا طریقہ ہے؟ تو میں نے کہا کہ اچھا بھائی تبلائیں گے، اسی لئے اس وقت جو آیتیں تلاوت کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اپنے بندوں کو پہچان تبلائی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ کا خاص بندہ بننا چاہتا ہے وہ اپنے اندر ان صفات کو پیدا کرے، یہ چند اعمال ہیں جن کا اہتمام کرے تو اس سے انسان اللہ کا خاص بندہ بن جائے گا، اس پورے رکوع میں قریب قریب انھیں باتوں کو بیان کیا گیا ہے، اس وقت ان میں سے چار باتیں عرض کی جائیں گی۔

اہل اللہ کی پہلی صفت

وعباد الرحمٰن۔ اور رحمٰن کے بندے اللہ کے مقبول بندے کون ہیں؟ اور ان کی کیا خصوصیات اور صفات ہیں؟ پہلی صفت اور پہچان یہ ہے کہ۔

اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا [1]

جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

---

[1] پ ۱۹ ع ۴

زمین پر جب چلتے ہیں تو پستی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اسی زمین سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں ہم کو جانا ہے، مقصود خاص طور پر ان کے چلنے کی کیفیت بیان کرنا نہیں ہے، کیونکہ دماغ میں بڑائی ہو اور اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے چال میں نرمی کرنا یہ کوئی قابلِ تعریف بات نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ مزاج میں تواضع اور انکساری ہو، پھر اس کی وجہ سے چلنے میں عاجزی ہو تو یہ پسندیدہ اور قابلِ تعریف چیز ہے، چنانچہ یہاں اسی بات کو بتلانا مقصود ہے کہ ان کے مزاج میں تواضع ہے اور وہ اپنے کو کمتر اور گھٹیا سمجھتے ہیں جس کا اثر ان کی چال میں بھی ظاہر ہوتا ہے کہ زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اور شریعت کا یہ حکم ہے ہر مومن کے لئے خواہ وہ پڑھا لکھا ہو، عالم ہو، فاضل ہو کوئی بھی ہو ہر ایک کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے کو گھٹیا سمجھے، اپنے کو سب سے کمتر سمجھے، جو شخص اس کو اختیار کرتا ہے تو پھر اس کے لئے وعدہ بھی ہے کہ

من تواضع لله رفعه الله [1]

جو شخص تواضع اختیار کرے گا اللہ کے لئے تو اللہ تعالیٰ اس کو رفعت دیں گے۔

تواضع یہ نہیں ہے کہ زبان سے اپنے کو خاکسار اور حقیر کہہ دیا۔ بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے کو عند اللہ کمتر اور گھٹیا سمجھنا کہ اللہ کے یہاں ہمارا مرتبہ گھٹیا اور کمتر ہے۔

گھٹیا سمجھنے کا معیار

اب یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص پڑھا لکھا ہے، پابند صوم و صلوٰۃ ہے

---

[1] مشکوٰۃ ۲/ ۴۳۴

عالم و فاضل ہے، متبع سُنّت ہے، وہ ایک ایسے شخص سے جو کہ جاہل ہے، اور نماز کا تارک ہے اپنے کو کیسے گھٹیا سمجھے؟ یہ عالم ہے فاضل ہے باعمل ہے اور اس کے مقابلہ میں وہ جاہل ہے بدعمل ہے تو ایسی صورت میں پہلے والا شخص اپنے کو دوسرے والے شخص کے مقابلہ میں کیسے گھٹیا سمجھے گا؟ تو بھائی بات ہے کہ بڑھیا اور گھٹیا ہونے کا دارومدار خاتمہ پر ہے اور یہ کسی کو پتہ نہیں کہ جو عالم ہے باعمل ہے اس کا خاتمہ کیسا ہو؟ اور جو جاہل ہے اس کا خاتمہ کیسا ہو؟ ہوسکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اچھا ہو جائے اور ایسا ہوسکتا ہے، کوئی بعید نہیں ہے، اس کی مثال بالکل ایسی ہے مان لو کہ ایک شاہی محل ہے کہ اس پر جانے کے لِئے ایک زینہ ہے کہ جس میں سو سیڑھیاں ہیں کہ اس کے ذریعہ سے شاہی محل میں جانا ہوتا ہے اب ایک شخص ہے کہ وہ نوّے سیڑھی پر پہنچ گیا ہے اور ایک شخص ہے کہ وہ دسویں سیڑھی پر ہے تو نوّے سیڑھی والے کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ہم منزل پر پہنچ گئے، ہوسکتا ہے کہ پیر پھسلے اور وہاں سے جو گرے تو بھیجا بھی نکل جائے اور یہ دس سیڑھی والا ہلکے ہلکے چڑھتے ہوئے اوپر کو پہنچ جائے اس لِئے آدمی لگا رہے، کام کرتا رہے اور ڈرتا بھی رہے کہ نہ معلوم خاتمہ کس حال میں ہو، اپنے کو گھٹیا اور معمولی سمجھنے کے سلسلے میں ایک بات تو یہ ہوئی۔

افضل ہونے کا معیار

دوسری بات یہ کہ افضل ہونے کا دارومدار اچھائی و برائی پر ہوتا ہے کہ جس میں برائیاں زیادہ ہوں وہ گھٹیا، جس میں بُرائیاں کم ہوں وہ بڑھیا، اور بھائی ہر شخص

کو دوسروں کی برائیاں کم معلوم ہوتی ہیں، زیادہ سے زیادہ دو چار معلوم ہوتی ہیں مگر اپنی برائیاں زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے ہم کو چونکہ اپنی برائیاں زیادہ معلوم ہیں اس لئے ہم گھٹیا اور دوسرے کی کم معلوم ہیں اس لئے وہ بڑھیا ہوا، پھر یہ کہ اللہ کی عظمت اور بڑائی کا حق یہی ہے کہ اس کے سامنے ہر شخص تواضع کو اختیار کرے اور اپنے کو گھٹیا سمجھے، اِس لئے مومن کی شان بتلائی گئی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا[1]

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

اَپنے کو اکمل تو سمجھ سکتا ہے کہ میں زیادہ پڑھا لکھا ہوں، مجھے زیادہ علم ہے، میری عمر زیادہ ہے، میرا تجربہ زیادہ ہے، لیکن افضل سمجھنا جائز نہیں، اکمل سمجھنا تو جائز ہے لیکن افضل سمجھنا جائز نہیں ہے تو اصل چیز یہ ہے کہ اَپنے کو گھٹیا سمجھے چاہے وہ وعظ کہیں، چاہے وہ تبلیغ کریں، چاہے وہ حدیث پڑھائیں چاہے وہ فقہ پڑھائیں کسی کو چاہے وہ تنبیہ بھی کریں، ڈانٹ ڈپٹ بھی کر رہے ہوں مگر اَپنے کو گھٹیا سمجھیں۔ بادشاہ کے بیٹے نے غلطی کی حکم دیا گیا کہ اس کو کوڑے لگاؤ، تو کوڑے لگانے والا جب کوڑے لگاتا ہے تو اپنے کو کیا بڑھیا سمجھتا ہے؟ نہیں وہ سمجھتا ہے کہ مَیں تو گھٹیا ہی ہوں اور یہ تو شہزادہ ہے مگر حکم ہے اس لِئے کوڑے لگا رہا ہوں، نصیحت کرتے وقت بھی، پڑھاتے وقت بھی یہ استحضار رہے کہ میں گھٹیا ہوں، کسی کو کیا

---

[1] پ ۱۹ ع ۴

پتہ کہ ہمارا خاتمہ کیسا ہو؟

تواضع کے مُفید نتائج

ظاہر ہے کہ جب اپنے کو گھٹیا سمجھے گا تو پھر کِسی کو ستائے گا بھی نہیں، پریشان بھی نہیں کرے گا، بلکہ اس کو فکر ہوگی کہ مُجھ سے کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے، تمیز سے کام لے گا، کبھی لڑے جھگڑے گا بھی نہیں، یہی معاملہ اگر ہر ایک کرنے لگے تو پھر آسانی وسہولت ہو جائے گی اور ہر ایک آرام وراحت کے ساتھ رہے گا۔ ایک دوسرے سے کوئی خوف اور ڈر بھی نہیں ہوگا۔ اسی لئے تواضع اور عاجزی کو اللہ کے خاص بندوں کی پہچان بتلایا گیا ہے، اس لئے جو شخص اللہ کا خاص بندہ اور سچا بندہ بننا چاہتا ہے وہ اپنے اندر اس صفت کو پیدا کرے۔

اہلِ تواضع کی صُحبت اختیار کرے

پستی و تواضع کیسے پیدا ہوگی؟ سیدھی سی بات یہ ہے کہ آدمی میں بڑائی کا مادہ ہوتا ہے تو اس کے لئے تدبیریں اختیار کریں، جِن لوگوں کے قلب میں عاجزی وانکساری ہے اُن کی صُحبت میں بیٹھے، جِن کو ایسے نسخے معلوم ہیں کہ جن سے عاجزی وانکساری پیدا ہو جاتی ہے ایسوں سے اپنا حال کہے پھر وہ جو عِلاج بتلائیں اس پر اہتمام کے ساتھ عمل کرے، قرآنِ پاک میں فرمایا گیا۔

وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ط

اور صادقین کا ساتھ پکڑو۔

صادقین اور کاملین کے طریقہ پر چلے اور روزانہ نماز میں پڑھا بھی جاتا ہے،

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔

اے اللہ! ہم کو سیدھے راستے پر چلائیے۔

سیدھا راستہ کیا ہے؟ وہ راستہ منعم علیہم کا ہے کہ جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا اور اپنا فضل کیا ہے ان لوگوں کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ ایک دوسری آیت میں اس کی تشریح کی گئی ہے کہ کن لوگوں پر اللہ کا انعام ہوا ہے۔

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ؕ[1]

جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صالحین یہ حضرات اچھے رفیق ہیں۔

ان کی رفاقت اچھی ہے عمدہ ہے۔

ایک تو یہ ہے کہ اہلِ تواضع کے پاس بیٹھے۔ یہ تو گویا دوا ہے۔

متکبرین کی ہیئت سے بچیے

دوسرے یہ کہ متکبرین کی ہیبت اختیار نہ کرے، یہ گویا پرہیز ہے مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے تو پھر متکبرین کی نقل کرے گا اور ان کی ہیئت اختیار کرے گا تو کیا تکبّر نہیں پیدا ہوگا؟ اس لئے حکم ہے کہ متکبرین کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تکبّر پیدا ہوگا۔ انھیں میں سے یہ بھی ہے کہ شیر کی کھال پر مت بیٹھو شیر کی کھال پر بیٹھو گے تو بڑائی پیدا ہوگی۔ بکری کی کھال پر بیٹھو گے تو پستی اور تواضع پیدا ہوگی۔

---

[1] پ ۵ ع ۶

متکبرین کی نقل کا انجام متکبرین کی ہیئت میں سے یہ بھی ہے کہ اوپر سے جو کپڑا پہنا جائے اس سے ٹخنوں کو ڈھانکا جائے، اسی لئے حکم ہے کہ ٹخنے نہ ڈھانکو، کھلے رکھو، اصل میں ڈھانکنا متکبرین کا شعار ہے۔ تو اگر متکبرین کی نقل کرو گے تو تکبّر پیدا ہو گا کہ نہیں؟ جب آدمی ہکلانے والے کی نقل کرتا ہے نیّت نہیں ہوتی مگر ہکلانے لگتا ہے تو ایسے ہی چاہے نیّت نہ ہو جب متکبرین کی نقل کرو گے تو تکبّر پیدا ہو گا، تکبر حرام ہے اور جو سبب ہے تکبّر کا وہ بھی حرام ہے اس لئے ٹخنے ڈھانپنا منع ہے۔

اسبالِ ازار پر سزائیں اس پر ایک بات یاد آگئی کہ ہم لوگ اس کو بہت خفیف اور معمولی سمجھتے ہیں یہ بہت بڑا جرم ہے اس پر بڑی سخت وعید ہے، معمولی بات نہیں ہے۔ صحیح مُسلم کی روایت ہے۔

ثلٰثة لا یکلمهم اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ الیهم ولا یزکیهم ولهم عذابٌ الیم[1]

تین قسم کے لوگ ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کریں گے قیامت کے دن اور نہ نظر رحمت سے دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس بات کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

---

[1] مسلم شریف ۱/۷۱

خابوا وخسروا منهم یا رسول اللہ[1]

نامراد اور برباد ہو گئے یہ لوگ کون ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المسبل والمنان، والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب[2]

اسبال ازار والا، احسان جتلانے والا، جھوٹی قسم کھا کر اپنے سودے کو چالو کرنے والا۔

ٹخنے ڈھانپنے والوں کے لئے کتنی سخت وعید ہے، چار سزائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں۔

○ ایک یہ کہ

لا یکلمھم اللہ۔

اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کریں گے قیامت کے دن۔

○ دوسری یہ کہ

ولا ینظر الیھم۔

نظر رحمت ان کے اوپر نہیں کریں گے۔

بولئے جب رب العالمین جو محبوب عالم ہیں، وہ منہ پھیر لیں کتنی بڑی بات ہے۔ کتنی بڑی سزا ہے، کسی کے بڑے منہ پھیر لیں اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے۔

---

[1] مسلم شریف ۱/۱ [2] مسلم شریف ۱/۱

○ تیسری یہ کہ

ولا یزکیھم۔

گُناہوں کی میل کچیل سے پاک نہ فرمائیں گے۔

ایسے لوگوں کو توفیقِ تزکیہ نہ دیں گے، جب تک کہ توبہ نہیں کریں گے، خاص لوگوں میں داخل نہیں ہوں گے، ولایت اور قرب کا مقام نہیں حاصل ہوگا۔

○ چوتھی یہ کہ

ولھم عذابٌ الیم۔

ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

دیکھا آپ نے ٹخنے ڈھانپنے والے کے لئے کتنی سخت سزا ہے تو جو شخص تواضع اختیار کرنا چاہتا ہے، وہ ان دونوں چیزوں کا اہتمام کرے ایک تو جو دوا ہے اس کو اختیار کرے یعنی اہل تواضع کی صُحبت اور ان سے ربط خصوصی رکھے، دوسرے جو پرہیز ہے یعنی متکبرین کی ہیئت سے بچے تو انشاءاللہ ان پر عمل کرنے کی برکت سے تواضع اور عاجزی پیدا ہو جائے گی جو کہ اللہ کے خاص بندوں کی پہلی صِفت بیان کی گئی ہے۔

اہل اللہ کی دوسری صِفت

دوسری صِفت اور پہچان یہ ہے کہ

وَاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ [1]

اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات کرتے ہیں تو وہ

---

[1] پ ۱۹ ع ۴

رفع شر کی بات کہتے ہیں۔

اللہ کے بندوں کی یہ دوسری صفت بیان کی گئی کہ ان کا مُعاملہ دوسروں کے ساتھ کیا رہتا ہے؟ پہلی خصوصیت جو بیان کی گئی اس کا تعلق خاص انکے عمل سے تھا کہ ان کی چال ڈھال سے تواضع وبندگی کا اظہار ہوتا ہے۔

اس کے بعد دوسروں کے ساتھ ان کا طرز بتلایا گیا کہ جب ان سے لوگ الجھتے ہیں اور نامناسب بات کرتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں، چھیڑتے ہیں تنگ کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں، اُلجھتے نہیں تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اس طرح کی باتوں سے درگذر کر جاتے ہیں فرمایا گیا۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ؀[1]

اور جب کوئی لغو بات سُنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کیا ہمارے سامنے آوے گا اور تمُھارا کیا تمُھارے سامنے آئے گا ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے اُلجھنا نہیں چاہتے۔

یہ ان کی شان ہے جب کوئی کچھ کہتا رہتا ہے تو وہ ایسے موقع پر ضبط کرتے ہیں برداشت کر لیتے ہیں، ایسا مُعاملہ کرتے ہیں کہ جس سے فتنہ اور شر رفع ہو جائے، اور یہ اسی وقت ہو گا جب کہ انسان میں عاجزی اور تواضع

---

[1] پ ۲۰ ع ۹

ہو تو یہ دوسری صفت درحقیقت ثمرہ اور نتیجہ ہے پہلی صفت کا کہ اپنی ذات کے لیے انتقام لینے کے بجائے سلامتی کی بات کرتے ہیں، جو شخص اللہ تعالےٰ کا خاص بندہ بننا چاہتا ہے وہ اپنے اندر اِس صفت کو پیدا کرے۔

اہلِ اللہ کی تیسری صفت

تیسری پہچان اللہ کے خاص بندوں کی یہ ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝[1]

اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں۔

اللہ کے خاص بندوں کی شان اور پہچان یہ ہے کہ وہ رات گُذارتے ہیں سجدہ کی حالت میں اور قیام کی حالت میں اس کا ذکر خصوصیت سے اِس لئے کیا کہ رات جو سونے کا وقت ہے جو لوگوں کے لیٹنے کا وقت ہے اس میں نماز و عبادت کے لیئے کھڑے ہونے اور مشغول ہونے میں خاص قسم کی مشقت اور مجاہدہ ہے۔ ایسے وقت میں اللہ کے خاص بندے اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔

تہجد کا اہتمام کیا جائے

اس سلسلے میں ایک بات اور عرض کردوں جو اپنے یہاں بچوں کو بھی یاد کرائی گئی ہے، ایک ایک بات ان کو بتلائی گئی تو آسانی سے اس کو یاد کرلیا اور اس کی برکت سے ماشاء اللہ جو بڑے طلبہ ہیں وہ اس کی پابندی بھی کرتے ہیں اور وہ بات حدیث

---

[1] پ ۱۹ ع ۴

ہی کی ہے جو تہجد کی فضیلت میں ہے اُن کو پہلے دِن تبلایا گیا۔

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ[1]

لازم ہے تم پر قیام لیل یعنی تہجد کی پابندی کرو۔

یہ پہلے دِن کا سبق ہوا کہ رات کے قیام کو اپنے اوپر لازم کر لو رات کو اٹھنا اور تہجد پڑھنا اس کا ہر شخص اہتمام کرے اور پابندی کی فکر کرے ایک دِن اِتنا تبلا دیا ان کو یاد کرنے میں بھی آسانی اور ایک نصیحت بھی ہو گئی۔

یہ صلحائے اُمّت کا شعار ہے

اب دوسرے دن بتلایا۔

فانه داب الصالحين[2]

کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک بندوں کی عادت رہی ہے۔

یہ دوسرے دِن کا سبق ہو گیا کہ تہجد کی پابندی کرو کیونکہ رات کا اُٹھنا رات کی بیداری صلحا اور اہل اللہ کا شعار ہے، سو کر اُٹھنے کے بعد نماز پڑھنا اس کو تہجد کہتے ہیں۔

ان فی الشرع یقال لمن قام من النوم الیٰ الصلوٰۃ انه یتهجد[3]

جو شخص سو کر اُٹھنے کے بعد نماز پڑھے شریعت میں اس کو تہجد پڑھنے والا کہا جاتا ہے۔

تہجد کی نماز کے لیے جو یہ فرمایا گیا یہ صلحاء و اہل اللہ کا شعار ہے تو اس

---

[1] رواہ الترمذی مشکوٰۃ ۱/۱۰۹ [2] مشکوٰۃ ۱/۱۰۹ [3] تفسیر کبیر ۲۱/۳۰

میں مقصود ترغیب دینا ہے، کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی نقل کرتا ہے اور خوشی خوشی ان کے طریقہ کو اپناتا ہے، اس کی وجہ سے مشکل کام آسانی سے ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ کی فرضیت، کا جب حکم دیا گیا تو اس کے ساتھ میں یہ بھی کہا گیا کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان پر بھی روزہ فرض تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔

تو روزے میں بظاہر مشقت ہے اس لئے آسانی کے لئے یہ عنوان اختیار کیا گیا، اسی طرح رات میں اُٹھنا اور نماز پڑھنا اس میں مشقت ہے اور مجاہدہ ہے اس میں آسانی ہو جائے اس کے لئے بطور ترغیب کے یہ فرمایا گیا کہ تم سے پہلے جو اللہ کے نیک بندے گذرے ہیں اُن کی پہچان یہ تھی کہ وہ تہجد کی نماز کی پابندی کرتے تھے۔

یہ قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے[4]

اب تیسرے دن بتلایا کہ

وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ[2]

---

[1] پ ۲ ع ۷   [2] مشکوۃ ۱/۱۰۹

ترجمہ: اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہے۔

یہ تیسرے دِن کا سبق ہو گیا کہ تہجد کا فائدہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سے تمھارا تعلق قوی کر دے گی، اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے گی، فرائض و واجبات ضروری ہیں ان کی اَدائیگی تو ڈیوٹی میں ہے، لازمی اور ضروری ہیں جب نوافل اور تہجد کا اہتمام کریں گے تو ان سے تعلق بڑھے گا، حاکم کا حکم ماننا ضروری ہے، لیکن آٹھویں دن، چوتھے دن جا کر مُلاقات کرنا پھل پیش کرنا، یہ تو ضروری نہیں لیکن اگر ایسا کرے گا تو حاکم سے تعلق بڑھے گا۔ اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ ہم آپ سڑک پر چل رہے ہیں اور حاکم صاحب کار پر گذریں تو کوئی توجہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ ان کے ذمّہ یہ کوئی تھوڑی ہے کہ ہر شخص سے مزاج پرسی کریں اور خیریت معلوم کریں، ٹھیک ہے کار پر بیٹھے ہیں گذرتے چلے جا رہے ہیں، یہ تو مُعاملہ عام لوگوں کے ساتھ ہوا، لیکن جو خاص آدمی ہے، ان کے یہاں آٹھویں دِن، چوتھے دن جاتا ہے تحفہ، تحائف دیتا ہے جو ضروری نہیں تھا، آمد و رفت کی وجہ سے تعلقات کو بڑھا رکھا ہے اس کے ساتھ کیا مُعاملہ ہوگا کہ وہ کار روکیں گے اور پوچھیں گے کہ اَرے اس وقت تُم کہاں؟ اس نے کہا کہ فلاں جگہ جا رہا تھا سواری نہیں مل سکی تو حاکم کہے گا کہ اچھا آئیے اور ہمارے ساتھ بیٹھئے ہم آپ کو وہاں تک پہنچا دیں گے حالانکہ حاکم کی یہ ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہر رعایا کو اپنی کار میں بٹھا کر اس کے گھر پہنچائے، لیکن یہ عنایت اس پر کیوں ہے؟ اس لئے کہ ڈیوٹی کے عِلاوہ جو چیز ضروری نہیں تھی اس کا اہتمام کیا، اسی طرح تہجد کا بھی مُعاملہ ہے یہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیتی ہے یہ تیسرے دِن کا سبق ہوا۔

دینی تعلیم کا سہل طریقہ

ایک ایک فائدے ایک ایک دن بچوں کو یاد کرائے گئے اور ماشاءاللہ انھوں نے یاد بھی کر لیا، کتنی آسان اور سہل تدبیر ہے یاد کرانے کی کہ روزانہ ایک ایک بات تبلائی جائے، سُننے والوں کو اس میں کوئی دِقّت نہیں کہ زیادہ وقت بھی نہیں لگتا اور دین کی ایک بات ان کو معلوم بھی ہو گئی۔ آسانی سے اس کو محفوظ بھی کر سکتے ہیں، اس طرح دین کی بہت سی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے، تھوڑے سے فکر اور اہتمام کی ضرورت ہے۔

یہ دافع بھی ہے اور نافع بھی

تہجّد کا اور کیا فائدہ ہے؟

مکفرۃ للسیئات [1]

ترجمہ: اور سیات کا کفارہ ہے۔

تہجّد قرب بڑھاتی ہے اور تمُھاری خطایا مِٹا دیتی ہے، جب تہجّد کے وقت روئے گا، گڑگڑائے گا تو بڑی غلطیاں بھی مُعاف ہو جائیں گی۔

مکفرۃ للسیئات۔

ترجمہ: سیات کے لئے کفارہ ہے۔

حدیث پاک میں ہے وُضو سے سیات مٹتی ہیں۔ قرآن شریف میں ہے کہ حسنات سے سیات مٹتی ہیں اور کبائر کے لئے توبہ ضروری ہے، یہی نہیں اور بھی اس کا فائدہ ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ۱/۱۰۹

ومنهاة عن الاثم[1]

ترجمہ: اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

بعض چیزوں کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ بیماری کے لئے دافع بھی ہوتی ہیں اور نافع بھی ہوتی ہیں، تہجد کی بھی یہی خصوصیت ہے کہ اس سے خطایا بھی مٹتی ہیں اور گناہوں سے رکنے کی طاقت بھی پیدا ہوتی ہے تو یہ دافع بھی ہے اور نافع بھی اور یہ نماز کی خاصیت ہے کہ اگر اس کو قاعدہ کے موافق پڑھی جائے اور اس کا اہتمام کیا جائے تو یہ برائیوں سے روک دیتی ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ[2]

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص چوری کیا کرتا تھا اور نماز بھی شروع کردی کسی نے کہا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چوری بھی کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الصلوٰۃ ستنہاہ۔

ترجمہ: تھوڑے دن میں نماز روک دے گی اس کو۔

لیکن نماز بھی تو اصول کے موافق پڑھی جائے، سنن و آداب کی رعایت کرکے پڑھی جائے تو یہ تہجد کے فائدے ہیں، اب اللہ کا خاص بندہ بننا چاہتے ہو تو تہجد کی پابندی کرو اور تہجد کو اپنا شعار بناؤ، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

---

[1] ۱۴۸/۳ [2] مشکوۃ ۱۰۹/۱

فیہ تنبیہ علیٰ انکم اولیٰ بذالک فانکم خیر الامم وایماء الیٰ ان من لا یقوم اللیل لیس من الصٰلحین الکاملین بل بمنزلۃ المزکی علنا لا سرًا۔

ترجمہ: اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ تم اس کے زیادہ لائق ہو اس لئے کہ تم اُمتوں میں سب سے بہترین اُمّت ہو، اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو شخص تہجّد نہیں پڑھتا وہ کامل درجہ کے صلحاء میں سے نہیں ہے، بلکہ اس شخص کی طرح ہے جو تزکیہ ظاہری طور پر کرنے والا ہے نہ کہ باطنی طور پر۔

جو شخص رات کی نفل پڑھے گا کیا وہ فرائض چھوڑے گا؟ سنن مؤکدہ چھوڑے گا؟ فرض کام چھوڑے گا؟ مغرب کے بعد کی چھ نوافل چھوڑے گا؟ اشراق وچاشت کو چھوڑے گا؟ جو سونے کے اوقات میں اللہ کو یاد کرتا ہے وہ دن کی عبادت کو چھوڑے گا؟ وہ تو ان سب چیزوں کو تو بدرجہ اولیٰ کرے گا"

تاریخ میں لکھا ہے کہ حجاج ابن یوسف اس کا ظالمین میں شمار ہے وہ دوسو رکعت نفل یومیہ پڑھا کرتا تھا اس وقت کے ظالم کا یہ حال تھا تو اس وقت کے عباد کا کیا حال ہوگا۔ شب وروز میں پانچ پانچ سو رکعت پڑھنے والے گزرے ہیں، جی، ظالم دوسو رکعت پڑھتا تھا تو صلحاء کا اس وقت کا کیا معاملہ ہوگا؟ خود ہی اندازہ کرلیجئے۔

اہل اللہ کے شب و روز

تو حاصل یہ کہ اللہ کے جو خاص بندے ہیں، ان کی شان اور ان کا مُعاملہ دِن میں کیا رہتا

ہے اور رات میں کیا رہتا ہے، اپنی ذات اور دیگر لوگوں کے ساتھ کیا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا رہتا ہے اس کو بیان کیا گیا، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واعلم انه تعالیٰ لما ذکر سیرتهم فی النهار من وجهین احدهما ترك الایذاء وهو المراد من قوله (یَمْشُوْنَ عَلَی الارض هونا) والاٰخر تحمل التاذی وهو المراد من قوله (واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلٰمًا) فکانه شرح سیرتهم مع الخلق فی النهار فبین فی هٰذه الاٰیات سیرتهم فی اللیالی عند الاشتغال بخدمة الخالق [1]

ترجمہ: جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی دن کی عادات کو دو طرح سے بیان فرمایا ہے ایک ترک ایذا اور (یمشون علی الارض هونا) کی آیت سے یہی مُراد ہے) دوسرے لوگوں کی ایذاء کو برداشت کرنا اور (واذا خاطبهم الجٰهلون قالوا سلٰمًا) کی آیت سے یہی مُراد ہے تو حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے (ان آیات میں) ان کی ان عادتوں کو بیان فرمایا ہے جو دِن میں مخلوق سے واسطہ پڑنے کے وقت ہوتی ہیں، ان آیات میں ان عادتوں کو بیان کیا ہے جو رات کے وقت اللہ کی خِدمت میں مشغول ہونے کے وقت ہوتی ہیں۔

---

[1] تفسیر کبیر ۲۴ / ۱۰۸

تو اللہ کے جو نیک بندے ہیں، ان کا معاملہ دن میں عاجزی و انکساری کا ہے اور رات کو اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑانا اور تہجّد پڑھنا ہے۔

کرتا بھی رہے اور ڈرتا بھی رہے

اس کے بعد ان کی چوتھی پہچان بتلائی گئی۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ۔ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝[1]

اور جو دُعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دُور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے۔

اللہ کے جو خاص بندے ہیں وہ طاعت و عبادت میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ ڈرتے رہتے ہیں کہ ہم ناقص، ہمارا عمل ناقص، اور یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! جہنم کی آگ اور اس کے عذاب سے ہم کو بچایئے یہ نہیں کہ چند کام کیے اور سمجھنے لگے کہ ہم جنّت کے مستحق اور حق دار ہو گئے نہیں بلکہ عمل کرتے رہتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں، عمل کرتے ہیں تو اس سے یہ نہیں سمجھتے کہ صاحب ہم بڑے ہو گیے بلکہ ان کے اندر انکساری ہے، اللہ کا خوف ہے۔

اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَاءَتْ

---

[1] پ ۱۹ ع ۴

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا[1]

اس کا عذاب پوری تباہی ہے بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے۔

جہنم کا عذاب بہت سخت ہے، دردناک ہے، یہاں کی آگ ہلکے ہلکے اثر کرتی ہے اور جہنم کی آگ ایک دم دل تک پہنچتی ہے جہنم بہت بُرا ٹھکانا ہے، دُنیا کے قید خانہ میں تو کوئی جانا نہیں چاہتا، تو پھر وہاں کا قید خانہ یعنی جہنّم اس کے لئے کون تیار ہوگا؟ دُنیا کے قید خانہ میں آدمی کیوں جاتا ہے؟ نافرمانی کرنے سے، حکومت کی نافرمانی کرنے سے جیل خانہ میں جاتا ہے، اسی طرح جس میں اللہ کی نافرمانی ہو وہ جہنم کا راستہ ہے، کبھی کبھی غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کرلے، اللہ کے دربار میں گڑگڑائے، گناہوں کی عادت نہ ڈالے اس کی عادت ہونا یہ بڑی خطرناک بات ہے، تو حاصل یہ ہے کہ اللہ کا خاص بندہ اگر بننا ہے تو یہ بات بھی اپنے اندر پیدا کرے کہ عمل کر کے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے، بلکہ عمل کرتا رہے اور ڈرتا رہے اور دُعا بھی کرتا رہے، اللہ کے خاص بندے بننے کے لِئے اور بھی باتیں ہیں، اس وقت چار باتیں تبلائی گئیں بلکہ یہ چار اوصاف ہیں اللہ کا ولی اور اس کا دوست بننے کے لِئے، پہلی صفت یہ کہ زمین پر عاجزی اور تواضع سے چلتے ہیں۔ دوسری صفت یہ کہ ان سے جاہل لوگ بات کرتے ہیں اور اُلجھتے ہیں، چھیڑخانی کرتے ہیں تو یہ رفع شر کی بات کرتے ہیں۔ تیسری صفت یہ کہ تہجد کی پابندی کرتے ہیں، چوتھی

---

[1] پ ۱۹ ع ۴

صفت یہ کہ جہنم کے عذاب سے بچنے کی دُعا کرتے ہیں۔

جہنم سے چھٹکارا جنّت میں داخلہ دونوں ضروری ہیں

جہنم سے بچ جائے، یہ بڑی چیز ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جنّت میں داخلہ ہو جائے، دونوں باتیں ہونا چاہیئے، ایک شخص ہے وہ جیل خانہ سے بچ جائے اور اسے ایرکنڈیشن مکان نہ ملے راحت کے اسباب نہ ملیں تو پھر کیسے کام چلے گا؟ اس لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں، چنانچہ کامیاب شخص وہی ہے جس کو دونوں باتیں حاصل ہو جائیں۔ ارشادِ رّبانی ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ [1]

جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنّت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا۔

اس لئے جہنم سے بچنا بھی ضروری جس کا طریقہ یہ ہے کہ گناہوں سے بچا جائے اسی کے ساتھ جنّت حاصل کرنے کی فکر و کوشش کی جائے یہ بھی ضروری ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ طاعات اور سُنتون کا اہتمام کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، آج ایک صاحب نے یہی سوال کیا تھا کہ اللہ کا خاص بندہ کیسے بنے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ تو کہا تھا کہ اچھی بات ہے بتلائیں گے، چنانچہ قرآن پاک میں اس کو بتلایا گیا ہے کہ یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہو جاتا ہے، ان صفات میں چند کو بتلا دیا گیا۔

---

[1] پ ۴ ع ۱۰

حرم شریف کے اوقات قیمتی ہیں

اِسی کے ساتھ ایک بات اور کہنے کی تھی کہ ہر مُسلمان یہ چاہتا ہے کہ ہم کو فلاح ملے اور کامیابی حاصِل ہو، چنانچہ اس کے لِئے فکر و کوشِش کرتا ہے، لیکن اس کا طریقہ کیا ہے، فلاح پانے والوں کی صفات اور خصوصیات کیا ہیں، قرآن پاک میں سات اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جِن پر دُنیا و آخرت کی فلاح کا وعدہ ہے، ان میں سے اس وقت صِرف ایک صِفت کو توجہ دلانے کے لئے بیان کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ [1]

اور جو لوگ لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں۔

گُناہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ لغو کا ذکر ہے، لغو کہتے ہیں کہ جِس میں نہ دین کا فائدہ ہو، نہ دُنیا کا فائِدہ ہو، لغو کام بھی ہوتا ہے اور لغو بات بھی ہوتی ہے تو گویا کامیاب وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں سے اور لغو باتوں سے بچتے ہیں، پھر حرم شریف میں تو اور خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام کرنا چاہیئے، ہاں بھائی یہاں کے اوقات بڑے قیمتی ہیں، بڑے قدر و منزلت کے ہیں، جہاں تک ہو سکے یہاں کے اوقات کو مشغول رکھا جائے، لایعنی اور لغو کاموں سے تو یوں بھی بچنا چاہیئے نہ کہ حرم شریف میں اس کو کریں۔ ذرا سوچو تو سہی۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ایک ہی پرہیز ہوتا تھا سب کے لئے کہ خُوب کھاؤ، خوب سوؤ مگر باتیں نہ کرو، جن لوگوں کو حرم شریف میں حاضری کا موقعہ مِلا ہے

---

[1] پ ۱۸ ع ۱

ان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے دربار میں حاضری کے اسباب پیدا کر دیئے، جتنے دن بھی یہاں رہنے کا موقعہ مل جائے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، یہاں کی برکات زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی فکر و کوشش کرنا چاہیئے، طبعی تقاضے اور ضروریات تو ہر ایک کے ساتھ ہیں اس سے تو بھائی کسی کو روکا نہیں جا سکتا ہے ان کے لئے تو آدمی جاتا ہی ہے۔

بازار سے بقدرِ ضرورت تعلق رکھے

پس بازار سے بقدرِ ضرورت تعلق رکھے، بازار تو یوں بھی ناپسندیدہ جگہ ہے۔ حدیث میں ہے۔

البغض البلاد الی اللہ اسواقہا [1]

اللہ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ بازار ہے۔

پھر یہاں آنے کے بعد تو معاملہ اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے، ظاہر بات ہے ضرورت بھر جیسے انسان بیت الخلاء سے تعلق رکھتا ہے وہاں جاتا ہے تو زیادہ نہیں ٹھہرتا، اگر بیت الخلاء میں زیادہ ٹھہرے تو بدبو سے اس کو ضرر ہوگا، لیکن کسی گناہ میں وہ مبتلا نہیں ہوگا اور بازار میں تو گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے

کاروباری ہر وقت خطرے میں ہے

جو لوگ کاروبار کرتے ہیں اور بازار میں رہتے ہیں ان کے لئے تو مجبوری کی بات ہے، لیکن ان کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ بازار میں رہیں چوکنا ہو کر جس طریقہ سے ایک شخص کار چلاتا ہے، ڈرائیور ہے، ہر وقت اپنی ڈیوٹی پر ہے

---

[1] رواہ مسلم مشکوٰۃ ۱/ ۶۸

لیکن ہر وقت خطرے میں ہے اس کی جان، ذرا سی چوک ہو گئی اور تھوڑی سی بے اصولی اور غفلت ہوئی کہ اکسیڈنٹ ہو جاتا ہے مگر جسے مہارت ہوتی ہے اس کے ہاتھ، پیر، آنکھ اور دل سب اعضاء مشغول رہتے ہیں۔ کوئی بات خلافِ اصول نہیں ہوتی، چنانچہ لاکھوں ڈرائیور ہیں۔ کام کر رہے ہیں، چل رہے ہیں اپنے قاعدے کے موافق، ایسے ہی جو لوگ کاروبار میں ہیں وہ بھی ہر وقت گناہ کے خطرے میں ہیں اس کے لئے بھی ڈرائیور والی مہارت اور پختگی کی ضرورت ہے کہ ہر وقت مستعد رہے، ورنہ ذرا سی غفلت ہوئی کہ فوراً پھسلا اور گناہ ہو گیا۔

دِل بیار دست بکار

حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ منٰی میں ایک شخص تجارت کر رہا تھا، پچاس ہزار اشرفیوں کی خرید و فروخت اس نے منٰی میں کی فرمایا کہ میں اس کے قلب کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اس حالت میں بھی اس کا قلب ایک لمحہ کے لئے اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوا ع

دِل بیار دست بکار

تو یہ شخص کاروبار کر رہا ہے اور توجہ اللہ کی طرف ہے، ایک وقت میں دو کام جیسے اب ہوتا ہے کہ مسجد میں آئے ہیں، دِل گھر پر رہتا ہے، یا دکان پر ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ حدیث میں ہے کہ عرش الٰہی کے سایہ میں چند لوگ رہیں گے میدانِ محشر میں ان سے ایک شخص وہ بھی ہے کہ

رجل قلبه معلق بالمسجد اذا خرج منه

حتی یعود الیہ [1]

ایک وہ شخص کہ جس کا دِل مسجد میں اٹکا ہوا ہو (کہ کب مسجد پہنچیں) جب اس سے نِکلے، یہاں تک کہ لوٹے۔

نماز پڑھ کر آیا فکر ہے کہ کب جماعت کا وقت آئے گا کب جانا ہوگا مسجد میں نماز کے لِئے، نماز سے ایسا تعلق کہ دوکان پر بیٹھا ہوا ہے اپنے کاروبار میں مشغول ہے مگر قلب اس طرف لگا ہوا ہے۔

اللہ کی محبت تمام خیر کی بُنیاد ہے

یہ چیز کیسے ہوگی؟ بھائی دل کے اندر محبت ہوجائے گی بس کام بن جائے گا، موقعہ دیکھتا رہے گا کب موقعہ ملتا ہے کہ محبُوب کے دربار میں حاضری دیں، جس طرح دُنیا کی محبّت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ اِسی طرح اللہ کی محبّت تمام امور خیر کی بُنیاد ہے، اندر کے بنانے کی فکر کی جائے، دِل کو سنوارے، اللہ کی محبّت اور اللہ کی خشیت پیدا کی جائے اگر اندر نہیں بنایا ہے تو پھر باہر کا اعتبار نہیں ہے ذرا سے جھونکے میں معاملہ ختم ہوجائے گا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک چراغ ہے، جل رہا ہے اس کا لیمپ بہت عمدہ ہے اس میں مٹی کا تیل ہے لیکن جھونکا آندھی کا آئے گا، بُجھ جائے گا، اور ایک چھوٹا بلب جل رہا ہے، پاور ہاؤس سے اِس کا تعلق ہے تو یہ آندھیوں سے نہیں بُجھے گا۔ اِس لئے ضرورت ہے کہ دین جو ہے دل کے اندر اترے اترے کیسے؟ دِل میں محبت ہو۔ محبّت کامل ہوگی تو اطاعت کامل ہوگی۔

---

[1] متفق علیہ مشکوٰۃ ۱/۶۸

صالح ماحول سے فائدہ بلا مناسبت کے نہیں ہوتا

یہیں سے ایک بات اور معلوم ہو گئی کہ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں ہم ماحول بگڑا ہوا ہے، ماحول بگڑا ہوا ہے یہ بات نہیں ہے ماحول کا اثر تو پڑتا ہے اگر اس ماحول سے مناسبت ہو، اچھا ماحول ہے اور دل میں خیر ہے، صلاحیت ہے تو اچھے ماحول کا اثر پڑے گا۔ بُرا ماحول ہے اور دل میں کچھ بُرائی ہے تو اس بُرے ماحول کا اثر پڑے گا ورنہ اصل تو اندر کی خرابی ہے، اندر کا معاملہ ہے میں اپنی طرف سے نہیں کہتا نقل کی چیز ہے قرآن میں ہے کہ فرشتوں کو اور ابلیس کو سب کو حکم ہوتا ہے کہ

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ [1]

تم سب کے سب حضرت آدم کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔

چنانچہ حکم کی تعمیل میں

فَسَجَدُوْا [2]

سب سجدے میں گر پڑے۔

آگے فرمایا گیا

اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ [3]

مگر ابلیس نے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

مگر ابلیس نے حکم کی تعمیل نہیں کی اور سجدہ نہیں کیا، کیا بات ہے؟ اگر

---

[1] پ ا ع ۴ [2] پ ا ع ۴ [3] پ ا ع ۴

ماحول کی بات ہوتی تو یہاں کتنا پاکیزہ ماحول ہے، فرشتوں کا جو معصومین ہیں ان کا ماحول ہے، حضرت جبرئیل علیہ السّلام، حضرت میکائیل علیہ السّلام وغیرہ سارے کے سارے فرشتے موجود ہیں۔ اُنھوں نے تو حکم کی تعمیل کی مگر ابلیس نے نہیں کی بس اندر کی خرابی تھی، ماحول تو اچھا اور عمدہ لیکن اندر کی خرابی کی وجہ سے اس ماحول سے مناسبت نہیں تھی جس کی وجہ سے یہ معاملہ ہوا یہ تو واقعہ قرآن کا تھا۔ دوسری بات یہ کہ مسجد نبوی میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لوگ آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس میں شرکت کرتے اور بیٹھتے تھے ان میں اکثر حضرات تو مخلصین تھے لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جن کو منافقین کا لقب دیا گیا، ایسے صالح ماحول میں حال نہیں بدلا، تو اندر خرابی ہو گی تو ماحول کا اثر نہیں پڑے گا، اور اس کی حسی مثال بھی ہے کہ آج کل گرمی ہو رہی ہے اور اس سے پہلے مئی، جون میں کتنی گرمی ہوتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ سے آگ نکل رہی ہے۔ ایسی حالت میں ایک شخص کمبل اوڑھے آتا ہے، رضائی اوڑھے آتا ہے اور کہتا ہے کہ سردی لگ رہی ہے، سردی لگ رہی ہے، حالانکہ فضا میں گرمی ہے، ماحول سارا گرم ہے اس کو سردی کیوں لگ رہی ہے؟ وہی بات کہ اندر کی خرابی ہے۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ

اب یہیں سے ایک اور بات سمجھ میں آجائے گی کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں مدرسہ میں اور فلاں دینی مرکز میں ایسے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں تو بات وہی ہے کہ اس مدرسہ یا دینی مرکز کی خرابی نہیں

ہے وہاں کا ماحول تو دینی ہے، اور اچھا ہے لیکن اندر کی خرابی کی وجہ سے اثر نہیں ہو رہا ہے، اسی کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

در بہاراں کئے شود سرسبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ برنگ

(بارش ہوتی ہے سب جگہ سبزہ اُگ آتا ہے پتھر کے اوپر سبزہ نہیں اُگتا ہے حالانکہ سارا ماحول سرسبز ہے وہی اندر کی خرابی ہے۔

دِل بننے سے زندگی کا رُخ بدل جاتا ہے

اندر جب ٹھیک ہو گا تو دائمی طور پر اعمال صالحہ کا صدور ہو گا، اللہ کی محبّت قلب کے اندر ہو گی، اللہ کا خوف قلب کے اندر ہو گا تو اس کی ساری زندگی کا رُخ پلٹ جائے گا جو مشکل کام تھے وہ آسان ہو جائیں گے ایک رئیس تھے الٰہ آباد میں۔ شادی کا انتظام تھا۔ زعفران گھی وغیرہ اس قسم کی چیزیں انھوں نے اپنے پاس رکھی تھیں تول کر دینے کے لئے، چنانچہ گھی تولنے کے لیے ترازو کو اُٹھایا، ایک طرف کو گھی اور ایک طرف کو بانٹ رکھے۔ ترازو اُٹھائی تھی کہ اذان شروع ہو گئی اسی وقت چھوڑ دیا، کمرہ میں تو بیٹھے ہی تھے اِسی میں سامان رکھا تھا، تالا لگایا اور مسجد چلے گئے لوگوں نے کہا کہ دو منٹ لگتے تول دینا چاہئے تھا، لیکن اُنھوں نے کچھ پروا نہیں کی اور مسجد چلے گئے، ظاہر ہے کہ یہ مُعاملہ تعجب والا ہے عام لوگوں کے لئے، لیکن جو اہلِ محبّت ہوتے ہیں ان کے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ آج کل لوگ حج کو آتے ہوُئے ہیں۔

اب ایک صاحب کے متعلق اطلاع ہو گئی کہ وہ فلاں تاریخ کو پہنچیں گے

اور فلانی ریل سے آئیں گے تو ان کے متعلقین اسٹیشن لینے کے لئے آئے تو معلوم ہوا کہ گاڑی آٹھ گھنٹہ یا چار گھنٹہ لیٹ ہے اس کے بعد سب لوگ واپس چلے گئے۔ اب ایک بجے رات کو گاڑی دو گھنٹہ پہلے آگئی۔ تو یہ صاحب گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ سردی کا زمانہ ہے دسمبر اور جنوری کا۔ تو ان کے جو بیٹے بھتیجے اور متعلقین ہیں وہ سیوٹر اور کپڑے پہننے کا انتظار کریں گے یا جیسے معلوم ہوا کہ آ گئے بستر سے اُٹھ کر بھاگیں گے؟ فوراً دروازہ کھولیں گے اور مُلاقات کریں گے تو بات کیا ہے؟

جس سے محبّت ہوتی ہے، جس سے تعلق ہوتا ہے پھر وہاں انتظار کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا جیسے ہی بلاوا آیا۔ بس ہر کام کو چھوڑ کر فوراً حاضری۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم ازواج مُطہرات سے باتیں کرتے ہُوئے۔ ان کی دلجوئی کے لئے قِصّہ بھی سُناتے کہانی بھی سُناتے لیکن جب اذان کی آواز سُنتے تو یہ حالت ہوتی کہ ازواجِ مطہرات فرماتی ہیں کہ

كانه لا يعرفنا

گویا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔

اِدھر کان میں اذان کی آواز آئی ادھر دربارِ الٰہی میں حاضری کی شرُوع ہو گئی۔

محبّت یا خوف سے کام ہوتا ہے

تو بات یہ ہے کہ محبّت ہو یا خوف ہو جب کام بنتا ہے،

آج کل کِتنے ڈرائیوروں کو دیکھو مُسافروں سے بات کر رہے ہیں اور جہاں

پولیس والے نے اشارہ کیا فوراً گاڑی اسٹارٹ کردی مسافر بیٹھے یا نہ بیٹھے
اس کی پروا نہیں ہوتی اس لئے کہ خوف ہے ڈر لگا ہوا ہے۔ امام فخر الدین رازی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھانا کھانے کا جو وقت پڑھنے لکھنے سے بیکار جاتا ہے
اس پر مجھے قلق ہوتا ہے، اور ایک زمانہ گذرا ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب
رحمۃ اللہ علیہ پر کہ مطالعہ میں مصروف اتنا رہتے تھے کہ کھاتے پیتے نہیں تھے،
ان کی بہن لقمہ بنا کر ان کے منہ میں دیا کرتی تھیں، خود کھانے میں زیادہ وقت لگے
گا، مطالعہ میں حرج ہوگا اس لئے یہ معاملہ تھا، تو اصل بات یہی ہے کہ جب
محبت پیدا ہو جاتی ہے کسی سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کسی کی پرواہ نہیں ہوتی
اور قلب اسی کی طرف پھر جاتا ہے۔

محبتِ الٰہی کے حصول کا طریقہ

اب یہ کہ اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو
گی؟ چار باتیں ہیں محبت پیدا کرنے
کے لئے ایک تو یہ کہ کچھ وقت مقرر کرے، پابندی کے ساتھ روزانہ تنہائی میں
بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر لیا کرے، کلمہ شریف، درود شریف، سبحان اللہ، الحمد للہ،
اللہ اکبر جو پسند ہو ان میں سے اس کو پڑھے اللہ کا جو ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ
سے باتیں کرتا ہے، فرمایا گیا۔

انا جلیس من ذکرنی۔

جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوتا ہوں۔

ہم لوگ حج میں آتے ہیں کوئی ہوائی جہاز سے کوئی پانی کے جہاز سے
کوئی دوسرے طریقہ سے، تو اگر ایسے خاموش رہتے تو آپس میں ایک دوسرے

سے کوئی تعلق اور تعارف نہ ہوتا، لیکن جہاں آپس میں باتیں ہوئیں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کی اور تعارف ہوا تو بس ایک دوسرے سے انسیت پیدا ہوگئی تعلق پیدا ہوگیا، اب جتنی باتیں کرے گا تعلق بڑھے گا ایسے ہی جب اللہ کا ذکر کرے گا اللہ سے باتیں کرے گا تو تعلق بڑھے گا۔ محبّت میں اضافہ ہو گا ایک بات تو یہ ہوئی۔

دوسرے یہ کہ اللہ کے انعامات و احسانات کو سوچے کہ انسان بنایا جانور بنا دیتے تو کیا کر لیتے، انسان ہی نہیں بنایا بلکہ مُسلمان بنایا، کئی پشتوں کو پہلے سے مُسلمان بنایا سوچنے کی بات ہے، اس پر مزید یہ کہ کتنی نعمتیں دیں، حرمین شریفین کی حاضری کی نعمت سے مشرف فرمایا، اور اپنے گھر بلایا، اس طرح اللہ کی اور نِعمتوں کو دیکھے کہ صحت دی، ہاتھ، پیر، آنکھ، کان صحیح سالم دیئے، اعزا، اقربا دیئے غرضیکہ اس کے انعامات اور احسانات کو سوچا جائے، اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور تعلق بڑھتا ہے یہ دوسری بات ہوئی۔

تیسرے یہ کہ جو کام دین کا کریں اس نیّت سے کریں کہ اللہ کی محبت میں ترقی ہو، سلام کریں، مصافحہ کریں، تلاوت کرتے وقت حکم ہے کہ اس لئے پڑھے کہ اللہ کی محبّت میں ترقی ہو۔ وعظ و تقریر کریں، درس و تدریس کا کام کریں، غرضیکہ دین کا جو کام بھی کریں اس نیّت سے کریں کہ اللہ کی محبّت میں ترقی ہو اس کے اہتمام و فکر سے انشاءاللہ محبّت بڑھنا شروع ہو جائے گی، تین چیزیں ہوگئیں۔

چوتھی چیز یہ کہ دُعا کا خاص اہتمام کرے، فرض نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں دُعا کرے، حدیث پاک میں اس کے لِئے مُستقل دُعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ من یحبك
وعمل الذی یبلغنی حبك [1]

اے اللہ! اپنی محبّت ہمارے قلب میں پیدا فرما اور ان لوگوں کی محبّت عطا فرما جو آپ سے محبّت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت نصیب فرما جس سے کہ آپ کی محبّت حاصل ہو۔

دُعا بڑی خاص چیز ہے، مانگتا رہے توجہ اور دھیان کے ساتھ جلدی نہ کرے اُکتائے نہ، جس طرح ہمارے بچّے ہم سے کوئی چیز مانگتے ہیں تو کیا ہم ایک ہی مرتبہ میں ان کی خواہش پوری کر دیتے ہیں؟ نہیں، بار بار مانگتے رہتے ہیں تب جا کر ان کی فرمائش پوری کرتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ بس یہی معاملہ یہاں بھی ہونا چاہیئے اور بندہ کا کام ہی یہی ہے کہ وہ قاعدے سے مانگتا رہے، تو ان شاء اللہ اس کی دُعا ضرور قبول ہوگی۔

اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

ان باتوں کے اہتمام سے ان شاء اللہ، اللہ کی محبّت میں ترقی ہوگی اور محبّتِ کاملہ نصیب ہو جائے گی، پھر کیا کیفیت ہوگی بس جو محب کی شان ہوتی ہے وہی کیفیت پیدا ہو جائے گی، جس کو مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں فرماتے ہیں، پہلے ڈپٹی کلکٹر تھے پھر درخواست دیکر تعلیم کے محکمہ میں منتقل ہو گئے کیونکہ اس عہدہ پر رہ کر رشوت کے مقدموں، سود کے مقدموں کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے، اس سے بچنے کے لئے تعلیم کے محکمہ میں اپنا تبادلہ

---

[1] ترمذی مشکوٰۃ ۱/۲۱۹

کروالیا تھا، پھر تو یہ حالت ہو گئی ۔

مجھے دوست چھوڑ دیں کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے، مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

تمنّا ہے کہ اب جگہ کوئی ایسی کہیں ہوتی　　اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دِل نشین ہوتی

یہ بات کیسے پیدا ہو گی فرماتے ہیں

کامیابی تو کام سے ہو گی　　نہ کہ حُسنِ کلام سے ہو گی
فکر اور اہتمام سے ہو گی　　ذکر کے التزام سے ہو گی

خلاصۂ کلام تو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا خاص بندہ بننے کے لئے اپنے اندر ان صفات کو پیدا کیا جائے اور اپنے کو اس طرح بنانے کی کوشش کی جائے جس کی بُنیاد یہ ہے کہ دِل میں اللہ کی محبتِ کاملہ پیدا کی جائے، اس سے تعلق کو قوی اور مضبوط کیا جائے جس کا طریقہ مختصر طور پر بتلا دیا گیا اور اہل اللہ کی صُحبت اور ان کی مجلس میں شرکت اور تعلق یہ اس سلسلہ میں خاص چیز ہے اور جب دِل بن جائے گا اور اللہ کی محبّت پیدا ہو جائے گی تو اللہ کے بندوں کی جو خصوصیات ہیں اور ان کی جو صفات ہیں وہ بھی آجائیں گی، اور آدمی اللہ کا خاص بندہ بن جائے گا، بس اب دُعا کر لیجائے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اپنی محبتِ کاملہ نصیب فرما کر اپنا خاص بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) واٰخر دعوانا ان الحمدُ للہِ ربّ العٰلمین۔

تحفۂ احقر

یعنی اِصلاح کا سہل نسخہ

تھوڑی سی توجّہ اور ہمّت سے کامیابی کی رسید

مُرتبہ :

محیّ السُنّہ حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ ابرارُ الحق صاحب مدظلہ العالی

امابعد! یہ ناکارہ عرض کرتا ہے کہ جزاء الاعمال مؤلفہ حضرت حکیمُ الامّت مجدد الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو سُنایا گیا اس کے مضامین سے بہت نفع ہوا۔ اس لئے جی چاہا کہ اس کا ایک حصّہ اپنے دینی بھائیوں اور بُزرگوں کی خدمت میں بغرض اطلاع پیش کیا جائے چنانچہ اس کی دو فصلوں کو بعینہٖ شائع کیا جارہا ہے۔

فصل ایسی طاعات میں جِن کی پابندی سے امید ہے کہ دوسری طاعات کا سلسلہ قائم ہوجائے۔

(۱) ایک ان میں سے علمِ دین کا حاصل کرنا ہے خواہ کُتب سے حاصل کیا جائے یا صُحبتِ علما سے بلکہ تحصیل کُتب کے بعد بھی علماء کی صُحبت ضروری ہے، مراد ہماری علماء سے وہ علماء ہیں جو اپنے عِلم پر عمل کرتے ہوں اور شریعت و حقیقت کے جامع ہوں، ایسے بزرگوں کی صُحبت و خدمت جس قدر میّسر ہو جائے غنیمت کبریٰ و نعمت عظمیٰ ہے، اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام

کرے اس کے برکات خود دیکھ لے گا۔

(۲) ایک ان میں سے نماز ہے۔ جس طرح ہو سکے پانچوں وقت پڑھتا رہے اور حتی الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے اور بدرجہ مجبوری جس طرح ہاتھ آئے غنیمت ہے، اس سے دربارِ الٰہی میں ایک تعلق اور ارتباط قائم رہے گا۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ اس کی حالت درست رہے گی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ہ

(۳) ایک ان میں سے کم بولنا اور کم ملنا ہے اور جو کچھ ہو تو سوچ کر بولنا ہے، ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہے۔

۴ ایک ان میں سے محاسبہ و مراقبہ ہے۔ یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیشِ نظر ہوں، میرے سب اقوال و افعال و احوال پر انکی نظر ہے یہ مراقبہ ہوا اور محاسبہ یہ کہ کوئی وقت مثلاً سوتے وقت تنہا بیٹھ کر تمام دِن کے اعمال یاد کر کے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب دے رہا ہوں۔

۵ ایک ان میں توبہ و استغفار ہے جب کبھی کوئی لغزش ہو جائے تو دیر نہ کرے کسی وقت کسی چیز کا انتظار نہ کرے فوراً تنہائی میں جا کر سجدہ میں گر کر خُوب معذرت کرے اور اگر رونا آوے روئے ورنہ رونے کی صُورت ہی بنائے۔

یہ پانچ چیزیں ہوئیں۔

نمبر ۱، صُحبت علماء۔ نمبر ۲، نماز پنجگانہ۔

نمبر ۳، قلّت کلام و قلّت مخالطت۔

نمبر۴، محاسبہ و مراقبہ نمبر۵، توبہ و استغفار

ان شاء اللہ تعالیٰ ان تمام اُمورِ پنجگانہ کی پابندی سے جو کچھ مُشکل بھی نہیں، تمام طاعات کا دروازہ کُھل جائے گا۔

فصل دوسری معاصی کے بیان میں

اِن کے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے نجات ہوجاتی ہے

۱ ایک ان میں سے غیبت ہے۔ اس سے طرح طرح کے مُفاسد دنیاوی و اخروی پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ اس میں آج کل بُہت لوگ مُبتلا ہیں۔ اس سے بچنے کا سہل طریق یہ ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ نہ کسی کا تذکرہ کرے نہ سُنے، نہ اچھا نہ بُرا، اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے، ذکر کرے تو اپنا ہی کرے، اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اوروں کے ذکر کرنے کی اس کو فرصت ملتی ہے؟

۲ ایک ان میں سے ظلم ہے خواہ مالی یا جانی یا زبانی، مثلاً کِسی کا حق مار لیا قلیل یا کثیر یا کِسی کو ناحق تکلیف پہنچائی یا کسی کی بے آبروئی کی۔

۳ ایک ان میں سے اپنے کو بڑا سمجھنا اور اوروں کو حقیر سمجھنا ہے، ظلم و غیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں اور بھی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، حقد و حسد و غضب وغیرہ۔

۴ ایک ان میں سے غصّہ ہے۔ کبھی نہیں یاد ہے کہ غُصّہ کر کے پچھتائے نہ ہوں کیونکہ حالت غضب میں قوّتِ عقلیہ مغلوب ہوجاتی ہے سو جو کام اِس وقت

ہوگا عقل کے خلاف ہی ہوگا۔ جو بات ناگفتنی تھی وہ مُنہ سے نکل گئی، جو کام نہ کرنا تھا وہ ہاتھ سے ہوگیا۔ بعد غصّہ اُترنے کے جس کا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا، کبھی عمر بھر کے لئے صدمہ میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

۵ ایک ان میں سے غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا ہے، خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دِل خوش کرنے کے لِئے ہمکلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسندِ طبع کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا، مَیں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں، احاطہ تحریر سے خارج ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کِسی رسالہ میں ضمناً اس کو کِسی قدر زیادہ لِکھنے کا ارادہ ہے۔

۶ ایک ان میں سے خلافِ شرع یا حرام کھانا ہے کہ اس سے تمام ظلمات و کدورتِ نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں کیونکہ غذا سے خُون بن کر تمام اعضاء و عروق میں پھیلتی ہے پس جیسی غذا ہوگی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہوگا اور ایسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔ یہ چھ معاصی پیدا ہوتے ہیں، ان کے ترک سے انشاء اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہوجائے گا بلکہ امید ہے کہ خودبخود ترک ہوجائیں گے۔

نوٹ : کتاب جزاء الاعمال میں اعمال کا تعلق جزا و سزا سے بتلا کر تفصیلات لکھی گئی ہیں کہ کِن کِن اعمال پر کیا کیا سزا و جزاء مرتب ہوتی ہے۔ سارا رسالہ قابلِ دید ہے۔ **تمّت**

ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قناعت و استغنا اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بنائے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیاتِ ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ اکی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے جو کہ ملک و ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الاُمت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعلِ راہ ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانات، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی ہر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔[1]

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لیے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا رسول صحابہؓ اور بزرگانِ دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر ہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔[2]

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۶۶ [2] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۱۷۷

القول العزیز

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

القول العزیز
جو اک عذابِ غلامی کا ہے زیبِ مسلم
کہ ہر چیز موزوں ہے اپنے محل میں
یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ
یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل چڑیا گھر ○ شاہراہ قائدِ اعظم ○ لاہور- 54000
پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com
ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)
نعیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون: 6551774 - 042